قرآن وسنت کے باہمی تعلق کے بارے میں افکارونظریات (ایک جائزہ)

مسزمنزہ مصدق*

فتنہ وضع حدیث نے پہلی صدی کے اوآخر میں خلافت راشدہ کے بعد سر اٹھایا مختلف گروہوں نے وضع کرنے کے ساتھ ساتھ احادیث کا انکار بھی کیا۔شیعہ صرف ان احادیث کو قبول کرتے تھے جو اہل بیت سے مروی تھیں۔اور معتزلہ ان احادیث کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے۔جو حدیث اس کسوٹی پر پورا اترتی اسے تسلیم کرتے باقی کا انکار کردیتے۔خوارج نے بھی بعض احادیث کا انکار کیا لیکن علماء کی وسیع تحقیق کے نتیجے میں یہ فتنہ اپنی موت آپ مرگیا۔لیکن تیرھویں صدی ہجری یا انیسویں صدی کے شروع میں اس فتنہ نے دوبارہ سر اٹھایا۔اس کا پہلا مرکز عراق تھا۔پھر مختلف اسلامی ممالک میں اس کی تشہیر ہوئی۔اس فتنہ کی دوسری پیدائش پہلی پیدائش سے مختلف نہ تھی۔مسلمان غیر اسلامی تہذیبوں سے سابقہ پیش آنے کی وجہ سے ذہنی شکست خوردگی میں مبتلا تھے اور مغرب کی ہر چیز کو تقاضائے عقل مان کر اسلام کو اس کے مطابق ڈھالنے میں مصروف تھے۔لیکن دوسری طرف تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں حالات بہت مختلف تھے۔اس وقت مسلمان فاتح تھے۔اور مغلوب نہ تھے۔لہذا ان کے ذہن پر ان تحریکوں کا زیادہ اثر نہ ہوا۔اس کے برعکس موجودہ دور میں یہ حملہ ایسے وقت میں ہوا۔جب کہ مسلمان ہر میدان میں پٹ چکا تھا۔ان کے ممالک پر دشمنوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔معاشی حیثیت نے انہیں کچل ڈالا تھا۔ان کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا ان پر فاتح قوم نے اپنی تعلیم ،تہذیب ،زبان ،قوانین اور اپنے سیاسی اور معاشی اداروں کو پوری طرح مسلط کر رکھا تھا۔ایسے حالات میں فاتحین کے فلسفے اور فکر نے ان کو معتزلہ کی نسبت ہزار درجہ مرعوب کردیا۔انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ مغرب سے جو افکارونظریات درآمد ہو رہے ہیں۔وہ سراسر معقول ہیں۔ان پر اسلام کے نقطہ نظر سے تنقید کر کے حق و باطل کا فیصلہ کرنا محض تاریک خیالی ہے۔اپنے مقصد کے حصول میں یہاں سنت پھر آڑے آئی۔اس شکست خوردہ ذہنیت نے جو تکنیک استعمال کی اس کے اغراض ومقاصد کے

---

*اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ علوم اسلامیہ،آزاد کشمیر یونیورسٹی میرپور۔

بارے میں مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

ان کی غرض یہ تھی کہ قرآن کو اسی کے لانے والے کی قولی و عملی تشریح و توضیح سے اور اس نظام فکر و عمل سے جو خدا کے پیغمبر نے اپنی رہنمائی میں قائم فرما دیا تھا۔ الگ کر کے مجرد ایک کتاب کی حیثیت سے لے لیا جائے اور پھر اس کی من مانی تاویلات کر کے ایک دوسرا نظام بنا ڈالا جائے جس پر اسلام کا لیبل چسپاں ہو۔ اس غرض کے لیے جو ٹکنیک انہوں نے اختیار کی۔ اس کے دو حربے تھے ایک یہ کہ حدیث کے بارے میں دلوں میں یہ شک ڈالا جائے کہ وہ فی الواقع حضور ﷺ کی ہیں یا نہیں؟ یا دوسرے یہ کہ اصول سوال اٹھا دیا جائے کہ کوئی قول یا فعل حضور ﷺ کا ہو بھی تو ہم اس کی اطاعت و اتباع کے پابند کب ہیں؟ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ محمد ﷺ ہم تک قرآن پہنچانے کے لیے مامور تھے جو انہوں نے پہنچا دیا۔ اس کے بعد محمد بن عبداللہ ویسے ہی ایک انسان تھے۔ جیسے ہم ہیں انہوں نے جو کچھ کہا وہ ہمارے لیے حجت کیسے ہو سکتی ہے۔[1]

لیکن آج اس تکنیک کو استعمال کرنے کی وہ صورت نہیں جو معتزلہ کے دور میں تھی۔ معتزلین خود ذی علم لوگ تھے۔ ان کا تعلیمی معیار بہت بلند تھا۔ اس کے برعکس آج کے دور میں جو لوگ اس فتنے کو ہوا دینے اٹھے ہیں ان کا علمی سرمایہ مشتبہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دور حاضر میں بعض مسلم علماء و مصنفین مستشرقین کی جھوٹی علمی تحقیق کے دام فریب میں آ کر ان کے اندھے غلام بن گئے ہیں۔ جو مسلم مصنفین اسلام دشمن مستشرقین اور مغربی مورخین کے دام فریب میں آتے ہیں ان کی چار اہم وجود ہیں۔

۱۔ وہ اسلامی علوم سے بیگانہ اور اسلام کے چشمہ سے بے خبر ہیں۔

۲۔ وہ مستشرقین کی نام نہاد علمی اسلوب و انداز سے مرعوب اور ان کے ذہنی غلام ہیں۔

۳۔ وہ تقلید کا جوا اتار کر حریت فکر کے مدعی ہیں۔ اور اس طرح شہرت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

۴۔ وہ ایسی فکری لغزشوں میں مبتلا ہیں کہ مغربی مصنفین کی آڑ لیے بغیر ان کا اظہار نہیں کر سکتے۔[2]

بہر کیف ان صفحات میں کسی نہ کسی صورت احادیث مبارکہ سے گریزاں رہنے والوں اور

قرآن حکیم کی اپنے عقائد کے مطابق تاویلات کرنے والی ان عرب شخصیات کے نظریات کا ایک جائزہ پیش کیا جائے گا۔ ان عرب شخصیات میں محمد عبدہ، احمد امین، محمد ابوراپہ، السید صالح ابوبکر، شرف الدین آملی اور اسماعیل ادہم کے نام قابل ذکر ہیں۔

قرآن وسنت کے باہمی تعلق کے بارے میں اہل عرب کے نظریات

مفتی عبدہ مکتب فکر

قرآن وسنت کے باہمی تعلق کے بارے میں تجدد پسندی کا آغاز مصر میں مفتی عبدہ ۱۸۴۸ء تا ۱۹۰۰ء کے خیالات سے ہوا آپ نے اپنے پیش رو علماء کے برعکس حریت فکر ونظر کا بیڑہ اٹھایا۔ آپ کی حریت فکر تفسیر میں نمایاں طور پر دیکھنے کو ملتی ہے ان کی فکر کو مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

۱)۔ قرآن اصل واساس اور حدیث کی حیثیت ثانوی ہے۔[۴]

۲)۔ مفتی عبدہ مخصوص افکار وعقائد کی عینک سے قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے قرآن مضامین کو اپنے عقائد کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کی۔

۳)۔ قرآن کی تفسیر میں عقل کی برتری کو تسلیم کرتے ہیں۔

۴)۔ سحر، شیاطین اور قرآن کے علاوہ دیگر معجزات کا انکار کرتے ہیں۔[۵]

۵)۔ رشید رضاء کا تعلق بھی مفتی عبدہ مکتب فکر سے تھا۔ قرآن کی تفسیر میں ان کا انداز وہی تھا جو ان کے پیش رو مفتی عبدہ کا تھا۔ سحر، جن وشیطان قرآن کے علاوہ باقی معجزات کا انکار کرتے ہیں۔[۶] لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے رشید رضائے اسلام اور قرآن پر وارد کردہ مشکوک وشبہات کے مسکت اور دندان شکن جوابات دیے اور یہ فریضہ آپ نے قلم وزبان دونوں سے ادا کیا اور اس کے لیے مجلہ المنار اور تفسیر قرآن دونوں کو وقف کردیا۔ یہ ایسی خصوصیت ہے جس کی بناء پر بہت سی قابل اعتراض باتوں کے باوجود بھی وہ لائق توصیف وتحسین ہیں۔[۷]

۶)۔ شیخ عبدہ کے مکتب فکر میں ایک اور نام محمد مصطفیٰ المراغی ۱۸۸۱ء۔۱۹۴۵ء کا ہے۔ مراغی نے قرآن حکیم اور جدید نظریات میں توفیق وتطبیق دینے کی کوشش کی۔ امام مراغی کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ قرآن حکیم ہر اس چیز کے اصول عامہ پر مشتمل ہے جس کی جان پہچان انسان کے لیے ضروری ہے۔۱۸

۷)۔ احادیث کو عقیدہ کے طور پر تسلیم نہیں کرتے منطقی براہین وہ دلائل پر اعتماد کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث نبویؐ اس کے رواۃ ورجال، عمل بالحدیث اور اس پر اعتماد کرنے کے بارے میں ان سے ان ایسے افکار وآراء کا ظہور ہوا جن کو ابوریہ اجیسے شخص نے مسلمانوں کے سامنے دلیل وبرہان کے طور پر پیش کیا۔۹

۸)۔ امام عبدہ مکتب فکر کی تفسیر بڑی حد تک معتزلہ سے ملتی جلتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے بعض قرآن الفاظ کو وہ معنی پہنائے جو نزول قرآن کے زمانہ میں عربوں کے یہاں معروف نہ تھے۔ بلکہ اس سے دو قدم آگے بڑھ کر بخاری ومسلم کی احادیث صحیحہ کو ضعیف بلکہ موضوع کہہ دیا۔ حالانکہ اہل علم کے اجماع کے مطابق یہ دونوں اصح الکتب ہیں۔ اس مکتب فکر کے حاملین نے صحیح اور ثابت شدہ احادیث احاد کو عقائد کے باب تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ حالانکہ عقائد میں بے شمار احادیث احاد ہیں۔

حدیث نبوی ﷺ سے متعلق بعض اہل عرب کے نظریات

حدیث نبوی پر یورش کرنے والے بعض ایسے اہل قلم بھی سامنے جو مستشرقین کے ساختہ پرداختہ تھے۔ مستشرقین نے حدیث نبوی ﷺ پر جو حملہ کیا ان لوگوں کا حملہ اس سے مختلف تھا۔ مستشرقین کا حملہ کھلا ہوا تھا۔ بخلاف ازیں ان لوگوں نے علم وادب کی اوٹ لے کر حملہ کیا۔ اور کھل کر سامنے آنے سے اجتناب کیا۔ اور یہ پرفریب طریقہ عوام الناس کے غیظ وغضب سے بچنے کے لیے اختیار کیا۔

عصر حاضر میں جو ادباء انکار حدیث کی روش پر گامزد ہوئے ان میں احمد امین کا نام سرفہرست ہے۔ اس نے اپنی تصنیف ''فجر الاسلام'' میں حدیث نبوی ﷺ سے متعلق ایک مستقل فصل

تحریر کی ہے جو بیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ جس میں احمد امین نے حدیث نبوی کی جمع و تدوین اور اس کی شرعی وقعت و اہمیت پر قلم اٹھایا ہے۔ حدیث نبوی پر احمد امین کے اعتراضات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

i۔ حدیث نبوی عہد رسالت میں مدون نہیں ہوئی البتہ بعض صحابہ ذاتی طور پر احادیث لیا کرتے تھے۔

ii۔ احادیث کو کسی خاص کتاب میں مدون نہ کرنے اور صرف حافظہ پر اعتماد کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ حدیثیں وضع کی جانے لگیں۔

iii۔ محدثین نے احادیث کی سند کے سلسلہ میں جس نقد و جرح کا اہتمام کیا متن حدیث میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا۔

iv۔ سنت کو مشکوک کرنے کے لیے یہ بھی وضع حدیث کا آغاز عہد رسالت میں ہی ہو گیا تھا۔

v۔ مختلف اقوام کے مشرف بہ اسلام ہونے سے وضع حدیث میں اور اضافہ ہوا اور کثرت وضع کا یہ عالم تھا کہ امام بخاری نے صحیح بخاری، کو چھ لاکھ ایسی احادیث سے مرتب کیا جو آپ کے عصر و عہد میں عام طور پر رائج تھیں۔

vi۔ اسباب وضع حدیث کا ذکر کرتے ہوئے احمد امین لکھتے ہیں کہ اس دور میں لوگ صرف انہی علوم کے شائق تھے جن کا کتاب و سنت سے قریبی تعلق ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء حدیثیں وضع کرنے والوں خلاف خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے۔

vii۔ کثیر الروایہ صحابہ کے ضمن میں حضرت ابو ہریرہؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ لکھا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنے حافظہ سے حدیثیں روایت کیا کرتے تھے بعض اوقات وہ ایسی حدیثیں بھی بیان کرتے جو بذات خود بلا واسطہ انہوں نے آپ سے نہیں سنی تھیں۔[11]

۲۔ اس طرح مصر کے ایک ملحد استعمال ادہم ۱۳۵۳ھ نے بھی حدیث نبوی ﷺ کی تاریخ سے متعلق ایک رسالہ شائع کیا۔ اس میں علانیہ ذکر کیا کہ حدیث کا جو ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اور جو احادیث کتب صحاح ستہ میں مندرج ہیں وہ سب بے بنیاد مشکوک اور من گھڑت ہیں۔[12]

۳۔ حسین احمد امین نے اپنے باپ کی طرح کتاب ''دلیل المسلم الحزین الی مفتضی

السلوك فی القرن العشرين ''لکھ کر سنت کا رد کیا۔

۴۔محمود ابوریہ نے رسوائے زمانہ کتاب ''اضواء علیٰ السنۃ المحمدیۃ ''لکھی۔ابو ہریرۃؓ کثیر الروایہ صحابی ہونے کی وجہ سے اس کی شدید تنقید کا نشانہ ہے۔ابوریہ نے اپنے گھناؤنے الزمات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ابو ہریرۃ کے نام،غربت،افلاس،یتیمی،ناخواندگی اور اسلام لانے کو بطور خاص ہدف تنقید بنایا۔۱۳؎ ابوریہ کا خیال تھا کہ صحابہ کرام ابو ہریرۃ کی روایات کو رد کر دیا کرتے تھے۔۱۴؎ ابوریہ کا سنت کے بارے میں نقطہ نظر یہ ہے کہ سنت صحیحہ عمومی دین کی حیثیت نہیں رکھتی جس کی پیروی سب مسلمانوں پر لازم ہے۔بخلاف ازیں عمومی دین یا تو وہ بات ہے جو قرآن میں مذکور ہو۔اس لیے کہ قرآن نقل تواتر سے ثابت اور یا عملی سنت سے کیونکہ وہ عقل کی بنیاد پر متواتر ٹھہرتی ہے جہاں تک قولی سنت کا تعلق ہے اس پر عمل واجب نہیں جو شخص جس سنت کو چاہے اخذ کرے اور جیسے چاہے ترک کر دے اس کا چھوڑنا کفر کا موجب نہیں۔۱۵؎

ابوریہ کی یہ رائے کتاب اللہ اور پوری شریعت اسلامی کی روح کے منافی ہے۔مزید برآں یہ عقیدہ وشریعت کے بارے میں انارکی اور بغاوت کی دعوت پر مشتمل ہے۔جو شخص اپنی ذات،اپنی شریعت اور دین کے اجتماعی اصول وضوابط کو قدر وقیمت کی نگاہ سے دیکھتا ہو۔کبھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

ابوریہ کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ عہد رسالت میں حدیث کی عدم تدوین کی وجہ سے مسلمانوں میں فرقہ بازوں کا ظہور وشیوع ہوا۔مزید برآں اس سے وضع حدیث اور دروغ گوئی کو شہ ملی۔جس سے اصل سنت ضائع ہوگئی۔۱۶؎

مستشرقین کا ایک اور ساختہ پرداختہ شخص شرف الدین املی بھی ابو ہریرۃؓ پر طعن وارد کرنے میں پیش پیش رہا اس کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام ابو ہریرۃؓ کی روایات کو رد کر دیا کرتے تھے۔۱۷؎

۵۔اس طرح السید صالح ابو بکر نے صحیح بخاری کی صد احادیث کو جھوٹا قرار دیا اور احمد ذکی ابوشادی نے اپنی کتاب ''تورۃ الاسلام'' میں سنن ابن ماجہ،بخاری اور حدیث وسنت کی ساری کتابوں کو خلاف عقل قرار دیا۔اس کا خیال ہے کہ یہ کتابیں اسلام مسلمانوں اور نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق کی دعوت دیتی ہیں۔اللہ کی پناہ۔۱۸؎

حضرت ابو ہریرہ اور جدید مصنفین اسلام

حضرت ابو ہریرۃؓ کا نام ظہور اسلام سے پہلے عبد شمس بن ضمر تھا۔۱۹ جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ حضرت ابو ہریرۃؓ ۷ھ کو صلح حدیبیہ اور غزوہ خیبر کے درمیانی عرصہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کی عمر اس وقت تقریباً تیس سال تھی۔

ابو ہریرۃ اہل صفہ میں سے تھے زیادہ تر صحبت نبوی میں رہتے کھانا بھی آپ ﷺ کے یہاں کھاتے۔ اکثر بھوک سے صرف اس لیے دوچار رہتے کہ آنحضور ﷺ کی کوئی حدیث سننے سے نہ رہ جائے۔ حضرت ابو ہریرۃ خود فرماتے ہیں۔

خدا کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتا تھا تاکہ میرا پیٹ بھرے حتی کہ میں نہ روٹی کھاتا اور نہ ریشم پہنتا اور نہ کوئی مرد اور عورت میری خدمت کرتا۔ ایک آدمی کو قرآن پاک کی آیت پڑھاتا تاکہ وہ میری طرف متوجہ ہو اور مجھے کھانا کھلائے۔۲۰

احمد امین اور ابوریہ کا حضرت ابو ہریرۃ جیسے شخص پر بھوک اور فاقہ مستی کا الزام لگانا تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہے۔ ان کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے مصطفیٰ سباعی لکھتے ہیں۔ ایک دانش مند آدمی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ جن بلاد و دیار میں ابو ہریرہ نے پرورش پائی اور جس کنبہ و قبیلہ میں آپ پروان چڑھے تھے سب کچھ انہوں نے اس لیے تج دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خوب کھائیں پئیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں یہ حضرت ابو ہریرہ جیسے جلیل القدر صحابی پر بہت بڑا حملہ اور بے بنیاد الزام ہے جو حقائق کی توڑ مروڑ پر مبنی ہے۔۲۱

حضرت ابو ہریرۃؓ کو دنیوی مال و متاع کی حرص نہ تھی۔ آپ نے تو دنیا کو اس وقت پس پشت ڈال دیا تھا۔ جب یہ عزم باندھا کہ مدینہ میں نہ تجارت کریں گے نہ کھیتی باڑی بلکہ ان کے سامنے مقصد و جہد یہ ہوگا کہ رسول کریم ﷺ کے دامن سے وابستہ رہیں گے۔ ان سے حدیثیں سنیں گے اور پھر یہ امانت مسلمانوں کو آگے پہنچائیں گے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ کی شان بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ جب فاروق اعظم نے آپ کو بحرین کا عامل مقرر کیا اور آپ وہاں سے کچھ مال لے کر بارہ گاہ خلافت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان کا محاسبہ کیا حساب ٹھیک نکلا تاہم آپ نے یہ منصب دوبارہ قبول

کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

میں ڈرتا ہوں کہ بلا دلیل کوئی بات کہوں یا حلم حوصلہ کے بغیر کوئی فیصلہ صادر کر دوں۔ ۲۲

صرف یہی ایک واقعہ یہ ثابت کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ صرف احادیث نبوی سننے کی خاطر بھوک و پیاس کو گوارا کرتے تھے۔ اگر دنیاوی لالچ و منصب کے حریص ہوتے۔ تو یہ منصب کو یوں نہ ٹھکراتے۔ احمد امین اور ابوریہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے بھوکے رہنے کو حقائق کے برعکس اور توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔

احمد امین اور ابوریہ کا حضرت ابو ہریرۃ حدیثیں نہ لکھنے اور پر ناخواندگی کا الزام لگانا حقائق سے ناواقفیت کی بناء پر ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نہ صرف پڑھے لکھے تھے بلکہ انہیں علمی ذوق رہا۔ حیرت نہ ہو کہ یمن کے متمدن اور ترقی یافتہ علاقے سے آرہے تھے۔ جہاں سباء وحسن کا تمدن شہر روما کی تاسیس سے بھی سینکڑوں ہزاروں برس پہلے اوج عروج کو پہنچ چکا تھا اور جس کی روایتیں یہودی اور عیسائی حکومتوں کے زمانے سے مسلسل چلی آتی رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نئے نئے مسلمان ہونے میں قرآن، حدیث عام مشاہدات بارگاہ نبوی، ہر چیز کو لکھنے لگے۔ تو غلط مبحث کر جانے کے خوف سے رسول اکرم ﷺ نے ان کو شروع میں قرآن کے سواء دوسری چیزیں لکھنے سے منع کر دیا جس پر انہوں نے اپنا ذخیرہ جلا ڈالا۔ ۲۳ لیکن بعد میں جب قرآن اچھی طرح حفظ کر لیا تو یہ ممانعت باقی نہ رہی۔ ۲۴

حضرت ابو ہریرۃ کا حافظہ قوی تھا۔ دوسرے کتابت حدیث کی ممانعت کی وجہ سے آپ حدیثیں لکھنے سے اجتناب کرتے تھے۔ لیکن جب یہ ممانعت ختم ہوگئی تو آپ حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ ۲۵

اور پھر جو صحابی آنحضور ﷺ کی وفات کے سینتالیس ۴۷ سال تک اکابر صحابہ کی موجودگی میں حدیثیں روایت کرتا رہا ہو۔ جو آپ کو اپنے اصحاب وازواج سے بھی عزیز تر ہو۔ جس کو سب لوگ

عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے ہوں۔اور احادیث کی پہچان حاصل کرنے میں ان کی طرف رجوع کرتے ہوں۔تابعین بھاگے بھاگے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے ہوں۔جس کے اصحاب وتلامذہ کی تعداد آٹھ سو تک پہنچ جائے۔اور کسی صحابی سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد اتنی نہ ہو۔پھر یہ کہ تمام صحابہ وتابعین اس کی جلالت وثقاہت کی شہادت دیتے ہوں۔اور تیرہ صد سالہ تاریخ اس بات کی شاہد عادل ہو کہ کسی صحابی کو وہ مرتبہ نہیں ملا جو ابو ہریرہ کے حصہ مقدس آیا۔[۲۶]

پھر عصر حاضر کے مسلم مصنفین کا تمام احادیث کے ذخیرہ کو جھوٹ قرار دینا حقائق سے آنکھیں چرانے کے مترادف ہے۔

ان عصر حاضر کے عرب مصنفین کے علاوہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے حدیث سے بیزاری کا اظہار کیا۔کرنل قذافی نے احادیث کے بارے میں کہا کہ ہم صرف ان احادیث کو تسلیم کریں گے جو ہمارے نزدیک صحیح ہونگی یا عقل کے مطابق ہونگی۔[۲۷]

بہر حال ملت اسلامیہ عصر حاضر کے مصنفین کی اس سوچ سے بے بہرہ نہیں رہی۔اور اکابر علماء نے ان کے نظریات کی تردید میں کتابیں لکھیں جن میں عبدالرحمٰن یمانی، شیخ محمد عبدالرزاق، محمد ابوزہو، شیخ محمد ابو شیبہ کے نام قابل ذکر ہیں چ۔انہوں نے ان منکرین حدیث کے اعتراضات کا شافی جواب دیا۔

خلاصہ بحث

۱۔ انیسویں صدی عیسوی میں فتنہ انکار حدیث نے دوبارہ سر اٹھایا۔اہل عرب میں اس فتنہ کو اٹھانے میں ان لوگوں نے سرگرم حصہ لیا جو یورپ کی یونیورسٹیوں کے ساختہ پرداختہ تھے۔

۲۔ عالم عرب میں مفتی عبدہ مکتب نے تجدید پسند تحریک سے متاثر ہو کر قرآنی آیات کی اپنے عقائد کے مطابق تاویلات کیں جو معتزلہ سے ملتی جلتی تھیں۔

۳۔ عصر حاضر کے عرب مصنفین نے احادیث کے ذخیرے کو نا قابل اعتبار قرار دیا۔

۴۔ صحابہ کرام پر طعن وارد کیے بالخصوص حضرت ابو ہریرہؓ خاص طور پر ان کی تنقید کا نشانہ بنے۔

۵۔ ملت اسلامیہ ان عرب مصنفین کی افتراء پردازیوں سے بے بہرہ نہیں رہی۔اور عرب مصنفین نے ہی ان کے اعتراضات کے شافی جوابات دیئے۔

فتنہ انکار حدیث اور علماء پاک وہند

انیسویں عیسوی میں برصغیر پاک وہند میں فتنہ انکار حدیث کا آغاز ہوا۔انگریزوں کے غلام ہونے کی وجہ سے برصغیر پاک وہند کے لوگ انگریزی خیالات سے مرعوب تھے۔اور زمانے کے ساتھ چلنے کے لیے اسلام اور اساسیات اسلام کو ان کے مطابق ڈھالنے کی ہی جدید اسلام کہتے۔برصغیر پاک وہند میں فتنہ انکار حدیث کا پودا ان انگریز مستشرقین کا ہی لگایا ہوا تھا۔اس ذہنی فکر نے برصغیر پاک وہند میں اپنے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لیے مندرجہ ذیل تکنیک اختیار کی۔

ا۔ احادیث کے بارے میں یہ رائے قائم کی کہ وہ مشکوک اور ظنی ہیں۔اور یہ کہ کفر مفسرین اسرائیلی روایات سے استفادہ کرتے ہیں۔

۲۔ صحت اور سند صرف قرآن ہے۔حدیث دین میں حجت نہیں۔مذکورہ فکر کے حاملین میں سرسید احمد خان،عبداللہ چکڑ والوی اسلم جیراج پوری،غلام احمد پرویز،غلام احمد قادیانی اور تمنا عمادی قابل ذکر ہیں۔

ا۔ عبداللہ چکڑالوی اور نظریہ شرک فی الکتاب

چودہویں صدی میں احادیث مبارکہ کا کھلم کھلا انکار عبداللہ چکڑالوی نے کیا۔اور ایک الگ فرقہ مسمی ''اہل القرآن'' کے بانی کہلائے۔آپ کا تبلیغی مرکز لاہور تھا۔آپ پہلے اہل حدیث اور متبع سنت تھے بعد میں حجیت حدیث سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ اسے شرک فی الکتاب قرار دینے لگے۔

وہ لکھتے ہیں۔

پس کتاب اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کے احکام کو مانا جاتا ہے۔اس طرح کسی اور کتاب یا شخص کے قول یا فعل کو دین اسلام میں مانا جائے۔خواہ وہ فرضاً جملہ رسل وانبیاء کا قول یا فعل ہی کیوں نہ ہو۔جس طرح شرک موجب عذاب ہے۔اسی طرح مطابق ان الحکم الا للہ۔۲۸؎ اور الا له الخلق والامر۔۲۹؎ اور لا یشرک فی حکمه احد ۔۳۰؎

کے شرک فی الحکم یعنی دین میں اللہ کے حکم کے سوا اور کسی کا حکم ماننا بھی اعمال کا باطل کرنے والا باعث ابدی و دائمی عذاب ہے۔افسوس شرک فی الحکم میں آج اکثر لوگ مبتلا ہیں۔۳۱

اپنے موقف کے حق میں دلائل پیش کرنا اور اس کے خلاف جانے والے دلائل نظر انداز کرنا علمی بددیانتی کہلاتا ہے۔عبداللہ چکڑالوی نے وہ آیات نظر انداز کر دیں جن سے ان کے موقف پر زد پڑتی تھی۔اور جو آیات بطور حوالہ پیش کیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ حکم صرف اللہ کے فرامین قرآن میں موجود ہیں۔جن میں اطاعت واتباع رسول کا بار بار حکم دیا گیا ہے تو کیا یہ اطاعت واتباع رسول کا حکم بھی شرک فی الحکم یا شرک فی الکتاب کہلائے گا۔

۲۔ عبداللہ چکڑالوی کے قرآن وسنت کے بارے میں دیگر نظریات

انکار حدیث کی بناء پر آپ دوسرے منکرین حدیث کی طرح معجزات، شفاعت، عذاب قبر، ایصال ثواب اور تعداد ازواج کے بھی قائل نہ تھے۔قرآن کی جزئیات کے تعین میں نہایت بے بس ثابت ہوتے انہوں نے صلوۃ، زکوۃ وغیرہ اصطلاحات کو خود ساختہ معنی پہنائے۔اوقات نماز، تعداد رکعات اور نماز کے دیگر متعلقات میں امت سے الگ راہ اختیار کی۔چکڑالوی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تخت پوش پر تکیہ لگا کر حدیث نبوی ﷺ کا انکار کرتے تھے۔انکار حدیث کے فتنے کے بارے میں خود آنحضور ﷺ نے فرمایا:

میں تم میں سے کسی کو ایسا کرتے نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسہری پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور جب اس کے سامنے میرے احکامات میں سے کسی بات کا امر یا کسی چیز کی ممانعت آئے تو وہ کہنے لگے کہ میں کچھ نہیں جانتا ہم تو جو قرآن مجید میں پائیں گے اس کے مانیں گے۔۳۲

حضور اکرم ﷺ کا فرمان عبداللہ چکڑالوی پر مکمل طور پر صادق آتا ہے۔

مولانا صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں۔

غور فرمایا آپ نے کہ حضور ﷺ کا فرمان کتنا حرف بحرف صحیح نکلا بلکہ معجزہ ثابت ہوا۔۳۳

ہندوستان میں فتنہ انکار حدیث کی خشت اول عبداللہ چکڑالوی نے رکھی حدیث کا کھلا انکار چودھویں صدی میں عنوان کے تحت محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں۔

مولانا عبداللہ پہلے شخص تھے جنہوں نے علوم سنت کی کھلی مخالفت کی۔ ۳۴

۲۔ عبداللہ چکڑالوی کے بعد برصغیر میں فتنہ انکار حدیث کے سرخیل سرسید احمد خان (۱۸۱۷۔۱۸۹۸) ہیں آپ مغربی افکار ونظریات سے شدید متاثر تھے۔آپ کے نظریات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

i۔ سرسید کے تفسیر قرآن کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ عقل کا تفوق اور ذات باری تعالیٰ کی تنزیہہ کے قائل تھے۔ ۳۵ نظریہ جبر وقدر کے بارے میں طویل بحث جو (تفسیر القرآن: ۱۴ سے ۱۹) تک پھیلی ہوئی ہے۔اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ جبر کی طرف مائل ہیں۔آپ نے خوارق عادت واقعات اور معجزات کا بھی انکار کیا۔عقل کے تفوق اور برتری کے قائل ہونے کی بناء پر انہوں نے احادیث کا بھی انکار کیا۔اور وہ قرآنی آیات کی دوراز کار تاویلات پر بھی مجبور ہوئے سرسید کے افکار ونظریات پر تبصرہ کرتے ہوئے عبدالرحمٰن کیلانی لکھتے ہیں۔

سرسید کے خلاف امت کا اکثریتی فتوی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ صاحب موصوف اسلام کے اصولی عقائد ونظریات پر حملہ آور ہوئے۔ ۳۶

ii۔ حدیث وسنت سے متعلق سرسید کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن کی جو شرح وتفسیر رسول اللہ ﷺ نے بیان کی ہے اور علماء نے تفسیر قرآن میں جو کاوشیں کی ہیں وہ سب ناقابل اعتبار ہیں۔

iii۔ قرآن وسنت سے متعلق دیگر نظریات: نظریہ ارتقاء پر ایمان نے آپ کو نبوت، وحی، ملائکہ، ابلیس یا شیطان کے متعلق نئی تاویل وتعبیر پر آمادہ کیا اور ان کے متعلق آپ نے امت مسلمہ کے مسلمہ عقائد کو یکسر بدل ڈالا۔ ۳۷

سرسید کے ہم عصر علماء نے سرسید کے مذکورہ نظریات کے مسکت جوابات دیئے۔جس کی وجہ واضح ہے وہ عام لوگوں میں مقبولیت حاصل نہ کرسکے۔عبدالحق حقانی نے اپنی تفسیر حقانی میں سرسید کی تفسیر قرآن پر خصوصی توجہ مبذول کی۔شبلی نعمانی کے قائم کردہ ادارے سے ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند کے علماء مفسرین نے ان خودساختہ نظریات کی سطحیت اور کمزوریوں کو طشت ازبام کیا۔تاہم سرسید نے قرآن وسنت کے بارے میں جس فکر کو شروع کیا وہ کسی نہ کسی صورت میں نظر آتی رہی۔

مولانا تقی عثمانی سرسید کے نظریہ حدیث وسنت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ آواز ہندوستان میں سب سے پہلے سرسید احمد خان اوران کے رفیق مولوی چراغ علی نے بلند کی۔لیکن انہوں نے انکار حدیث کے نظریہ کو علی الاعلان اور بوضاحت پیش کرنے کی بجائے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جہاں کوئی حدیث اپنے مدعا کے خلاف نظر آئی اس کی صحت سے انکار کردیا۔خواہ اس کی سند کتنی ہی قوی کیوں نہ ہواور ساتھ ہی ساتھ کہیں کہیں اس بات کا اظہار بھی کیا جاتا رہا کہ یہ احادیث موجودہ دور میں حجت نہیں ہونی چاہیں اوراس کے ساتھ ساتھ بعض مقامات پر مفید طلب احادیث سے استدلال بھی کیا جاتا رہا۔اس ذریعہ سے تجارتی سود کو حلال کیا گیا۔معجزات کا انکار کیا گیا اور بہت سے مغربی نظریات کو سند جواز دی گئی۔اس کے بعد نظریہ انکار حدیث کو اور زیادہ ترقی دی گئی اور یہ نظریہ کس قدر منظم طور پر عبداللہ چکڑالوی کی قیامت میں آگے بڑھا۔یہاں تک کہ غلام احمد پرویز نے اس فتنے کی باگ ڈور سنبھالی اوراسے منظم نظریہ اور مکتب فکر کی شکل دی۔۳۸

۳۔ سرسید اور عبداللہ چکڑالوی کے بعد فتنہ انکار حدیث کی بھاگ ڈور نیاز فتح پوری نے سنبھالی۔آپ کی کتاب ''من ویزداں'' آپ کے عقائد ونظریات کی ترجمان ہے۔اپنی کتاب میں آپ نے کھل کر اپنی فکر کا اظہار کیا۔لکھتے ہیں۔

کہ کلام مجید کو نہ میں کلام خداوندی سمجھتا ہوں اور نہ الہام ربانی بلکہ ایک انسان کا کلام سمجھتا ہوں۔۳۹

اللہ تعالیٰ کی ذات،جنت دوزخ،حیات بعد الموت،ملائکہ وشیاطین،حشر ونشر اور عذاب وثواب کا کس قدر انکار کیا۔۴۰

۴۔ غلام جیلانی برق بھی فتنہ انکار حدیث کے علمبردار بن کر سامنے آئے۔حدیث کے متعلق ان کا کہنا ہے۔

ملا سے میرا نزاع اس بات پر ہے کہ وہ حدیث کو آگے لاکر بے شمار ظواہر کو جزو اسلام بنانا چاہتا ہے۔اور میں قرآن کو پیش کر کے ان ملائی قیود سے آزاد کرنا چاہتا ہوں۔۴۱

لیکن بعد میں اپنے اس نظریے سے تائب ہو گئے۔اور دو اسلام میں ایک باب صحیح حدیث

کو ماننا پڑے گا لکھ کر تلافی مکافات بھی کر دی۔اور تاریخ حدیث پر ایک کتاب لکھ کر اپنی غلطی کا برملا اعتراف بھی کیا۔۴۲

۵۔ مرزا غلام احمد قادیانی (۴۰۔۱۹۰۸) ۴۳ بھی فتنہ انکار حدیث کے علمبرداروں میں سے ہیں۔لیکن اس فرقے نے حدیث کا انکار کرنے کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا بھی انکار کیا۔قرآن وسنت کے متعلق ان کے نظریات درج ذیل ہیں۔

i)۔ عقیدہ نبوت (کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔اس لیے شریعت میں نبی ﷺ کے قائم مقام رکھے گئے ہیں۔۴۴

ii)۔ معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔اوقرآن مجید کی من مانی تلاویلات کیں۔۴۵

iii)۔ قادیانیت اور پروزیت میں ایک نمایاں فرق ہے۔قادیانیت نے امتی کو نبی بنا ڈالا اور پروزیت کے نظریہ ''مرکزملت'' نے نبی کوامتی کی صف میں لا کھڑا کیا۔۴۶

iv)۔ وحی اور جہاد کا انکار کیا۔۴۷

v)۔ خاتم النبین کے افکار کے لیے جو طریق اختیار کیا اس میں لفظ خاتم النبین کے معنی بدل ڈالے۔ علمائے اسلام نے اس فتنے کو بروقت بھانپ لیا۔اوراس کے رد میں کتابیں لکھیں۔

۶۔ قرآن وسنت کا باہمی تعلق اور ادارہ طلوع اسلام

سنت رسول ﷺ کو شرعی ماخذ ماننے سے انکار کا نظریہ اسلام کے مزاج کے برعکس ہے۔تاہم بعض ادوار میں اسے پذیرائی ملتی رہی موجودہ دور میں اس کا سبب تو جدید تعلیم یافتہ مغربی افکرا سے متاثر طبقہ کی ابتلائے ہوائے نفس ہے اور اسلامی تعلیمات سے نابلد طبقہ کو یہ باور کرایا جاتا ہے۔کہ اسلام دراصل ان گنے چنے اصول وقوانین کا نام ہے جو قرآن میں مذکور ہیں۔رہا ان پر عمل درآمد کا طریق کار تو اس کے لیے ہر دور میں مسلمانوں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے دور کے علم کے مطابق اور اپنے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ان احکام کی تاویل وتعبیر کرلیا کریں۔پھر قرآنی احکام کی من مانی تاویلات جن میں نہ لغت کے قواعد کا خیال رکھا جاتا۔نہ صرف ونحو کے ضابطوں کا، بلکہ اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق قرآنی احکام کی اس انداز میں تاویل کی جاتی جس میں شریعت کی

عائد کردہ پابندیاں ایک ایک کر کے ختم ہو جاتی ہیں۔تو ان مبشرات سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو مغربی تہذیب وافکار میں پھیلا پھولا۔اور اسلام کے مبادیات تک سے ناواقف ہیں بہت خوش ہو جاتا ہے۔

برصغیر میں اس فکر کو جن لوگوں نے پھیلایا ان میں احمد دین امرتسری عمر احمد عثمان، اسلام جیراج پوری اور غلام احمد پرویز ہیں۔

اسلم جیراج پوری ۱۲۹۹ھ میں پیدا ہوئے تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ یونیورسٹی میں لیکچرار لگ گئے۔آپ کی نظر میں حدیث کی اہمیت تاریخ سے زیادہ ہیں۔آپ کی قابل ذکر تصانیف میں تاریخ القرآن، تاریخ الامت (آٹھ جلدیں) اور الوارثۃ الاسلام ہیں۔

غلام احمد پرویز اسلم جیراج پوری کے فیض یافتہ تھے۔عمر کا بیشتر حصہ سرکاری ملازمت میں گزرا۔آپ علامہ اقبال کے شیدائیوں میں سے تھے۔۱۹۳۸ء میں جب علامہ اقبال نے وفات پائی تو ان کی یادگار کے طور پر سید نذیر نیازی نے ایک ماہنامہ "طلوع اسلام" جاری کیا بعد میں پرویز صاحب نے اس ماہنامہ کی سرپرستی سنبھالی۔اسلم جیراجپوری اور غلام احمد پرویز نے ادارہ طلوع اسلام کو اپنے افکار ونظریات کی نشرواشاعت کا ذریعہ بنایا۔

ادارہ طلوع اسلام کے چند نظریات درج ذیل ہیں۔

i۔ حسبنا کتاب اللہ: حضرت عمر کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ صحیح بخاری کے علاوہ صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔۴۸ ادارہ طلوع اسلام، حضرت عمر کے اس جملہ سے اتنا خوش ہے کہ وہ اس حدیث کو احادیث کے ذخیرہ کو بیکار سمجھنے کے باوجود صحیح ترین حدیثوں میں شمار کرتا ہے۔انہوں نے حضرت عمر کے اس جملہ کو بنیاد قرار دے کر صرف قرآن حکیم کو ہی مکمل دین سمجھ لیا۔اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر احادیث بھی دین کا حصہ ہوتیں تو جس طرح آپ ﷺ قرآن کو مکمل شکل میں امت کے حوالے کر گئے تھے۔اس طرح احادیث کا بھی کوئی مجموعہ امت کے حوالے کر جاتے۔اور قرآن حکیم کی مکمل شکل سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ سورہ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک اس موجودہ ترتیب سے لکھا ہوا قرآن، رسول اللہ نے امت کے حوالے کیا تھا۔۴۹

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر نے جب "حسبنا کتاب اللہ" فرمایا تھا۔تو اس کا مفہوم

ان کے ذہن میں نہ تھا۔ جو منکرین حدیث وسنت سمجھتے ہیں منکرین حدیث کتاب اللہ سے مراد صرف قرآن مجید لیتے ہیں جبکہ صحابہ کرامؓ اور دیگر اہل عرب اور بالخصوص حضرت عمر کتاب اللہ سے پوری شریعت مراد لیتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ حضرت عمر کتاب اللہ سے پوری شریعت مراد لیتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ حضرت عمر ہی تھے۔ جنہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مسجد نبوی ﷺ سے بے شمار صحابہؓ کے مجمع میں ایک طویل خطبہ دیا جس کے درج ذیل الفاظ قابل غور ہیں۔ **الرجم فی کتاب الله حق من زنی اذا الحصن** ۔۲۳ رجم کا حکم کتاب اللہ میں حق وثابت ہے جب کہ شادی شدہ زنا کرے۔

ii)۔ عجمی اسلام: حافظ اسلم جیراج پوری اور غلام احمد پرویز کے نزدیک مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لیے اہل عجم نے اسلام کے خلاف سازش کی اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال یا احادیث کی اہمیت وحجیت پر زور دینا شروع کیا۔ قرآن چونکہ بہت سے مسلمانوں کو زبانی یاد تھا۔ اس لیے وہ اس میں کمی بیشی تو نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ احادیث کا میدان کھلا تھا۔ لہذا انہوں نے ایک تو اس بات پر زور دیا کہ احادیث بھی دین کا حصہ ہیں اور جب مسلمانوں میں یہ بات پختہ ہوگئی تو دوسرا قدم انہوں نے یہ اٹھا کہ بہت سی موضوع احادیث کو صحیح احادیث مشہور کر کے اس حصہ کو دین میں شامل کر دیا۔ جب یہ دونوں انجام پا گئے۔ تو اسلام دین نہ رہا بلکہ مذہب میں تبدیل ہوگیا۔ اور ملت اسلامیہ اس حدیثی اسلام کو جو تیسری صدی میں معرض وجود میں آیا تھا سینے سے لگائے پھرتی ہے اور یہی حدیثیں یا عجمی اسلام امت کے زوال کا سب سے بڑا اور حقیقی سبب ہے۔ ۵۱

iii)۔ مرکز ملت کا تصور: مرکز ملت کے تصود کا پس منظر یہ ہے کہ انہوں نے حدیث سے تو انکار کر دیا۔ مگر قرآن کے احکام کے طریق کار کی کوئی صورت سامنے نظر نہ آرہی تھی۔ انکار سنت تک تو ان سب کی راہ ایک تھی۔ مگر اس سے آگے یہ لوگ کسی ایک مسئلہ میں متحد نہ رہ سکے۔ اور انتشار کا شکار ہو گئے۔ بالآخر حافظ اسلم جیراج پوری نے اس امت کے سامنے مرکز ملت کا تصور پیش کیا۔ یعنی رسول ﷺ کی دو حیثیتیں تھیں۔

i)۔ پیغمبری یعنی پیغامات کو بلاکم وکاست لوگوں کے پاس پہنچا دیا۔ اس حیثیت سے آپ کی

تصدیق کرنا اور آپ پر ایمان لانا فرض کیا گیا ہے۔ یہ پیغمبری آپ کی ذات پر ختم ہو گئی۔

ii)۔ امامت یعنی امت کا انتظام (اس کو قرآن کے مطابق چلانا یا اس کی شیرازہ بندی)۔ ان کے باہمی قضایا کے فیصلے اور جنگ و صلح جیسے اجتماعی امور میں ان کی قیامت اور قائم مقامی وغیرہ اس حیثیت سے آپ کی اطاعت اوفرمانبرداری لازم قرار دی گئی۔

غلام احمد پرویز نے اللہ اور رسول سے مراد وہ مرکزی نظام دین لی ہے جہاں قرآنی احکام نافذ ہوں اور قرآن حکیم میں مرکز ملت کو اللہ اور رسول ﷺ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔۵۲

قرآن وسنت کے باہمی تعلق کے ضمن میں غلام احمد پرویز کی کتاب ''قرآنی فیصلے'' اہم ہیں جس سے انہوں کے صلوۃ، زکوۃ، خیرات، قربانی اطاعت والدین، ناسخ ومنسوخ، عذاب قبر، ترکہ، وصیت، یتیم پوتے کی وراثت تعداد ازدواج، حدرجم کے بارے میں جن خیالات وافکار کا اظہار کیا گیا وہ پوری امت سے الگ اور منفرد تھے۔

''مقام حدیث'' کتاب میں علم حدیث کو موضوع بنایا گیا۔ روایت حدیث، تدوین کتاب حدیث، نقد حدیث، روایت بالمعنی، خبر واحد، خبر متواتر پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ان کے نزدیک احادیث تین سو سال بعد مدون ہوئیں ان میں سوائے چند کے باقی موضوع حدیثیں ہیں۔ جو چند صحیح ہیں وہ بھی روایت بالمعنی اور خبر واحد ہیں۔ خبر متواتر حدیث کی قسم ہے لیکن اس کا وجود عنقا ہے اور قرآن حکیم کے لفظ حکمت سے مراد حدیث اور سنت نہیں ہے۔۵۳

غلام احمد پرویز کے بعد ''ادارہ طلوع اسلام'' کے رکن تمنا عمادی نے فکر پرویزیت کے آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ تاریخ تدوین حدیث پر اعتراضات کیے گئے اور کہا گیا کہ حدیث کا ذخیرہ تحریری طور پر بعد میں وجود میں آیا۔ انہوں نے امام زہری کی ذات کو بھی ہدف تنقید بنایا۔۵۴

برصغیر میں انکار حدیث کے ان فتنہ پردازوں کے علاوہ چند ایسے حضرات بھی سامنے آئے جنہیں منکرین حدیث میں تو شامل نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ان کے انداز فکر سے حدیث کا استخفاف معلوم ہوتا ہے۔ اس گروہ میں مولانا شبلی نعمانی، مولانا حمید الدین فراہی، مولانا ابوالاعلی مودودی، مولانا امین احسن اصلاحی اور عام فرزندان ندوہ، باستثنائے حضرت سلیمان ندوی شامل ہیں۔۵۶

خلاصہ بحث

۱۔ برصغیر پاک و ہند میں عبداللہ چکڑالوی اور سرسید نے فتنہ انکار حدیث کی بنیاد رکھی۔

۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز نے ختم نبوت کا انکار کیا۔

۳۔ ادارہ طلوع اسلام کے نظریات نے فتنہ انکار حدیث کو عجمی سازش قرار دیا۔

۴۔ فتنہ انکار حدیث کے ساتھ ساتھ فتنہ استخفاف حدعیث نے بھی بالواسطہ طور پر حدیث کے انکار کی بنیاد رکھی۔

۵۔ استخفاف حدیث کے نتیجے میں فراہی صاحبؒ کے جمہور سے کئی اختلافات سامنے آئے۔

☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ سید مودودی، سنت کی آئینی حیثیت، ۱۴

۲۔ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی، ۳، ۴

۳۔ رشید رضا، المنار، ۱/ ۱۷

۴۔ محمد عبدہ، تفسیر سورہ فاتحہ، ۵۴

۵۔ محمد عبدہ، تفسیر جزعم، ۱۸۱

۶۔ رشید رضا، المنار ۷/ ۳۱۱، ۷/ ۵۱۶، ۱۱/ ۳۳۳

۷۔ محمد حسین ذہبی، التفسیرون والمفسرون، ۲/ ۵۸۹

۸۔ (ایضاً) ۲/ ۵۹۳

۹۔ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتھا، ۳۰

۱۰۔ محمد حسن ذہبی، (م س) ۲/ ۵۵۰، مصطفیٰ اعظمی دراسات فی الحدیث النبوی، ۱/ ۲۶

۱۱۔ احمد امین، فجر الاسلام، ۲۰۸ تا ۲۲۴ ملخصاً

۱۲۔ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتھا، ۲۳۷، دراسات فی الحدیث النبوی، ۱/ ۲۷

۱۳۔ ابوریہ، شیخ المغیرہ، ۴۳

۱۴۔ ابوریہ، اضواء علی السنۃ المحمدیہ، ۱۹۵، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ۱/ ۹۳

۱۵۔ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتھا، ۴۰

۱۶۔ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتھا، ۴۰

۱۷۔ شرف الدین آملی، ابوہریرہ، ۴۵

۱۸۔ احمد ذکی ابوشادی، ثورۃ الاسلام، ۴۴

۱۹۔ حضرت ابو ہریرۃ اور ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ۲/ ۶۳، ابن حجر، الاصابہ فی التمیز الصحابہ، ۷/ ۱۹۹

۲۰۔ ابونعیم الاصفہانی، حلیہ الاولیاء طبقات الاصفیاء طبع مصر ۱۳۵۱ھ، ۱/ ۳۷۹، ۳۷۲

۲۱۔ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ودوکانتھا، ۳۲۹
۲۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱۱۳/۸
۲۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱۳،۱۲/۳
۲۴۔ حمید اللہ، صحیفہ، ہمام بن منبہ، ۴۸
۲۵۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ۷۴/۱
۲۶۔ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا، ۳۱۹
۲۷۔ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت ومغربیت کی کش مکش، ۲۲۴،۱۵۳
۲۸۔ الانعام/ ۵۷
۲۹۔ الاعراف/۵۴
۳۰۔ الکہف؟۲۶
۳۱۔ عبداللہ چکڑالوی، ترجمۃ القرآن، ۹۸
۳۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب المقدمہ، باب تعظیم رسول اللہ، رقم الحدیث، ۱۳
۳۳۔ صادق سیالکوٹی، ضرب حدیث، مکتبہ کتاب وسنت، سیالکوٹ، ۱۹۶۱ء میں ۴۸
۳۴۔ محمد اسماعیل سلفی، حجیت سنت، اسلامک پبلی کیشنز ہاؤس لاہور ۱۹۸۱ء ۱۷
۳۵۔ سر سید احمد، تفسیر القرآن، ۱۱۹/۱
۳۶۔ عبدالرحمٰن کیلانی، آئینہ پرویزیت، ۱۱۰
۳۷۔ ایضاً/۱۲۹
۳۸۔ محمد تقی عثمانی، درس ترمذی، مکتبہ دارالعلوم کراچی سنہ ۱۹۸۰ء ۲۶
۳۹۔ نیاز فتح پوری، من ویزدان، ۴۵/۱
۴۰۔ آئینہ پرویزیت، ۱۲۱
۴۱۔ غلام جیلانی برق، تاریخ حدیث، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور، ۱۹۸۸ء
۴۲۔ ایضاً

۴۳۔ محمد الیاس برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، ۱۳۴

۴۴۔ مرزا غلام احمد، آئینہ کمالات اسلام، ۳۸۳

۴۵۔ عبدالغفار حسن، عظمت حدیث (مقدمہ)، ۳۱

۴۶۔ ایضاً، ۲۱

۴۷۔ مرزا غلام احمد حقیقۃ الوحی، ص: ۱۴۳ بحوالہ احسان الٰہی ظہیر، مرزائیت اور اسلام، ص: ۷۱

۴۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ، رقم الحدیث، ۴۴۳۲

۴۹۔ غلام احمد پرویز، مقام حدیث، ۲۰

۵۰۔ بخاری، (م س) کتاب المحاربین، باباالحبلی، رقم الحدیث، ۶۸۳۰، ۱۲۰۸

۵۱۔ غلام احمد پرویز، مقام حدیث، ۶، ۳۲

۵۲۔ ایضاً، ۱۳۰

۵۳۔ پرویز، مقام حدیث، مقدمہ، ص، ص، س

۵۴۔ طلوع اسلام، ستمبر ۱۹۶۵ء، ۵، ۵۴ بحوالہ آئینہ پرویزیت، ۱۶۵

۵۵۔ محمد فرمان، پروفیسر، انکار حدیث ایک فتنہ ایک سازش، گجرات ۱۹۶۴ء، ۱۷۸، ۱۷۹

☆☆☆☆☆☆